نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظه حتی یبلغه
بسم اللہ الرحمن الرحیم
اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ
ماهنامه
اشاعة
الحدیث
حضرو
شمارہ نمبر
104
جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
اپریل ۲۰۱۳ء
مدیر: حافظ زبیر علی زئی
فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا حدیث سے ثابت ہے
صفاتِ باری تعالیٰ اور سلفی عقائد
امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کا سبب؟
ظہور احمد حضروی کوثری اور موضوع روایات کی بھرمار
نمازِ جمعہ (جہری نماز) میں فاتحہ خلف الامام اور آلِ دیوبند
مکتبۃ الحدیث
حضرو' اٹک: پاکستان

حافظ زبیر علی زئی

حنفیہ کے مزعوم امام ابوحنیفہ تابعی نہیں تھے

محمد ارشد سجاد دیوبندی نے حنفیہ کے امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے بارے میں لکھا ہے: ''اللہ رب العزت نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور صفات سے نوازا تھا جن میں سے ایک بہت بڑی صفت یہ بھی ہے کہ آپ تابعیت کے بلند پایہ مرتبہ پر بھی فائز ہوئے۔''

اس کے بعد ارشد سجاد صاحب نے درج ذیل علماء کے ذاتی اقوال پیش کئے:

۱: ابن الندیم (پیدائش نامعلوم، وفات ۴۳۸ھ بحوالہ معجم المولفین)

۲: ابن عبدالبر (پیدائش ۳۶۸ھ) ۳: ذہبی (پیدائش ۶۷۳ھ)

۴: یافعی (پیدائش ۷۰۰ھ) ۵: ابن کثیر (پیدائش ۷۰۱ھ)

۶: ابن حجر العسقلانی (پیدائش ۷۷۳ھ) ۷: عینی حنفی (پیدائش ۷۶۲ھ)

۸: ابن العماد حنبلی (پیدائش ۱۰۳۲ھ) (دیکھئے الیاس گھمن کا قافلہ ج ۷ ش ۱ ص ۳۹-۴۰)

یہ سب علماء حنفیہ کے امام کی وفات کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے تھے، لہٰذا ان کے اقوال منقطع و بے سند ہونے کی وجہ سے یہاں مردود ہیں۔ ان منقطع و بے سند اقوال کے مقابلے میں حنفیہ کے امام ابوحنیفہ نے خود اپنے بارے میں فرمایا: ''**ما رأيت أفضل من عطاء**'' میں عطاء (بن ابی رباح) سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (الکامل لابن عدی ۷/ ۲۴۷۳، واللفظ لہ، طبعہ جدیدہ ۸/ ۲۳۷ وسندہ صحیح، مسند علی بن الجعد ۲/ ۷۷۷ ح ۲۰۶۲، دوسرا نسخہ: ۱۹۷۸، تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۲۵، العلل الصغیر للترمذی ص ۸۹۱، کتاب القراءت خلف الامام للبیہقی ص ۱۳۴ تحت ح ۳۲۱ دوسرا نسخہ ص ۱۵۷ تحت ح ۳۴۵)

ظاہر ہے کہ اس گواہی سے ثابت ہوا کہ امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا، ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتے: میں نے عطاء سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ امام صاحب کے اپنے اس قول اور گواہی کے مقابلے میں اگر مذکورہ حوالوں کی طرح بے سند و منقطع ایک ہزار حوالے بھی ہوں تو علمی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ (دیکھئے توضیح الاحکام ۲/ ۴۰۳-۴۰۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(104)

اللہ نزل احسن الحدیث

ماہنامہ
اشاعۃ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 10	جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ اپریل ۲۰۱۳ء	شمارہ: 4

قیمت

فی شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 400 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

اس شمارے میں

خط و کتابت

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

فنِ حدیث

اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

باب السواك الفصل الأول

مسواک کا بیان پہلی فصل

۳۷۶) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ((**لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بتأخير العشاء، و بالسواك عند كل صلاة** .)) متفق عليه.

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی اُمت کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انھیں عشاء (کی نماز) تاخیر سے پڑھنے اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۸۸۷، صحیح مسلم: ۴۲/۲۵۲)

فقہ الحدیث:

۱: مسواک واجب نہیں بلکہ سنت ہے، لیکن اس قدر تاکید سے اس کی اہمیت واضح ہے، نیز مسواک فطرت (دینِ اسلام) میں سے ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۶۱)

۲: رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنا ضروری ہے اِلا یہ کہ کوئی صحیح دلیل اور قرینۂ صارفہ اسے وجوب سے استحباب وغیرہ کی طرف پھیر دے۔

۳: رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر بے حد مہربان تھے، آپ ہر معاملے میں اپنے امتیوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔

(نیز دیکھئے سورۃ التوبۃ: ۱۲۸)

۴: مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور رب کی رضامندی ہے۔

(سنن النسائی ۱/۱۰ ح ۵ وسندہ حسن وھو حدیث صحیح)

۵: مسواک کو استعمال کرنے سے پہلے دھونا چاہئے۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۵۲ وسندہ حسن لذاتہ وحسنہ النووی فی المجموع ۱/۲۸۳)

۶: ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مسواک پانی میں بھیگی رہتی تھی جسے وہ استعمال کرتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۷۰ ح ۱۸۰۱، وسندہ حسن)

۷: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں مسواک کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۳/۳۵ ح ۹۱۴۹ وسندہ صحیح)

آپ فرماتے: روزے دار کے لئے خشک اور تر (دونوں طرح کی) مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ ۳/۳۷ ح ۹۱۷۳ وسندہ صحیح)

اگرچہ بعض علماء تر مسواک کو مکروہ سمجھتے تھے، لیکن راجح یہی ہے کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸: امام شعبی (تابعی) نے کہا: مسواک منہ کی صفائی اور آنکھوں کی جلاء (روشنی) ہے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۷۰ ح ۱۷۹۶، وسندہ صحیح)

۹: بعض روایات میں ہر نماز سے پہلے مسواک کے بجائے ہر وضو سے پہلے مسواک کا ذکر آیا ہے اور ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

''ہر نماز سے پہلے'' سے بھی یہی مراد ہے کہ ہر وضو سے پہلے مسواک کی جائے اور اگر ہر نماز سے پہلے (وضو ہونے کے باوجود) بھی مسواک کر لی جائے تو جائز ہے۔ واللہ اعلم

۱۰: عشاء کی نماز (اگر عذر شرعی نہ ہو تو) تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔

یاد رہے کہ عشاء کا وقت تیسری رات کے چاند کے چھپ جانے سے شروع ہو جاتا ہے اور آج کل کی گھڑیوں کے حساب سے غروب آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد عشاء شروع ہو جاتی ہے۔

۳۷۷) وعن شريح بن هانيٍ ، قال : سألت عائشة : بأي شيءٍ كان يبدأ رسول الله ﷺ إذا دخل بيته ؟ قالت : بالسواك . رواه مسلم .

اورشریح بن ہانی (رحمہ اللہ، تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ مسواک سے ابتدا کرتے تھے۔ اسے مسلم (۲۵۳/۴۳) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اپنے گھر میں داخل ہونے کے بعد مسواک کرنا مسنون و مستحب ہے۔

۲: اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو عالم سے پوچھ لینا چاہئے۔

۳: دلیل کا مطالبہ کرنا بہتر ہے اور عالم کو بھی چاہئے کہ دلیل کے ساتھ جواب دے اور یہ نہ کہے کہ عوام کو دلائل کی ضرورت نہیں۔

۴: صرف سوال کرنا انکار نہیں ہوتا، اِلا یہ کہ کوئی قرینۂ صریحہ موجود ہو۔

۵: رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل سب حجت ہے اِلا یہ کہ تخصیص کی کوئی دلیل ہو۔

۳۷۸) و عن حذيفة قال : كان النبي ﷺ إذا قام للتهجد من الليلة يشوص فاه بالسواك . متفق عليه .

اور حذیفہ (بن الیمان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک کرتے تھے۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۴۵، صحیح مسلم: ۲۵۵/۴۶)

فقہ الحدیث:

۱: نیند سے اٹھ کر مسواک کرنا مسنون ہے۔

۲: مسواک سے منہ اور دانت دونوں صاف ہو جاتے ہیں۔

۳۷۹) و عن عائشة رضي الله عنها ، قالت : قال رسول الله ﷺ : ((**عشر من الفطرة : قص الشارب ، وإعفاء اللحية ، والسواك ، واستنشاق الماء ، و قص الأظفار ، و غسل البراجم ، و نتف الإبط ، و حلق العانة ، وانتقاص الماء .**)) ـ يعني الاستنجاء ـ قال الراوي : و نسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة . رواه مسلم . و في رواية : ((**الختان .**) بدل : ((**إعفاء اللحية .**))

لم أجد هذه الرواية في الصحيحين ولا في كتاب الحميدي .

ولكن ذكرها صاحب الجامع و كذا الخطابي في معالم السنن .

۳۸۰) عن أبي داود برواية عمار بن ياسر.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دس چیزیں (انسانی) فطرت میں سے ہیں:

۱: مونچھیں تراشنا ۲: داڑھی کو معاف کر دینا، یعنی داڑھی بڑھانا

۳: مسواک کرنا ۴: ناک میں پانی ڈالنا ۵: ناخن تراشنا

۶: انگلیوں کے جوڑ دھونا ۷: بغلوں کے بال اکھیڑنا

۸: زیرِ ناف کے بال مونڈنا ۹: پانی سے استنجا کرنا

راوی نے کہا: میں دسویں بات بھول گیا ہوں اور ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اسے مسلم (۲۶۱/۵۶) نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کے بجائے ختنے کا ذکر ہے۔

یہ روایت مجھے صحیحین اور (محمد بن فتوح) الحمیدی کی کتاب (الجمع بین الصحیحین) میں نہیں ملی، لیکن اسے جامع الاصول والے (حافظ ابن اثیر) نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح خطابی نے معالم السنن میں اسے عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) سے بحوالہ ابوداود (۵۴) ذکر کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن لذاتہ ہے۔

اس حدیث کے راوی مصعب بن شیبہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں اور بعض الناس کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینا غلط ہے۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ ختنہ کرنا سنت مستمرہ، فطرت سلیمہ اور اسلامی شعار ہے، لیکن سنن ابی داود (۵۴) والی مذکورہ روایت علی بن زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن جدعان مذکور کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: "ضعیف" (تقریب التہذیب: ۴۷۳۴)

بوصیری نے کہا: "والجمھور علٰی تضعیفه" (زوائد ابن ماجہ: ۲۲۸)
ہیثمی نے کہا: "وضعفه الجمھور" (مجمع الزوائد ۸/۲۰۶، ۲۰۹)
اس قول کے مقابلے میں ہیثمی کا دوسرا قول بھی ہے جو کہ غلط اور مرجوح ہے اور یہی قول راجح ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفہ (ص ۱۵)

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں ایسے کئی امورِ فطرت کا ذکر ہے جن پر عمل کرنا فرض اور مخالفت حرام ہے۔

۲: داڑھی رکھنا فرض ہے اور اسے مونڈنا یا منڈوانا حرام ہے، نیز ایک مشت داڑھی کو قینچی لگانا بھی جائز نہیں ہے۔

۳: مونچھوں کو بغیر قینچی لگائے بالکل چھوڑ دینا حرام ہے، جیسا کہ سنن نسائی کی حدیث (۱۳) سے اشارتاً ثابت ہے اور چالیس دنوں میں ایک دفعہ مونچھوں میں سے کچھ حصہ تراشنا ضروری ہے۔

۴: مسواک سنت ہے۔

۵: وضو کے دوران میں ناک میں پانی ڈالنا فرض اور ضروری ہے جیسا کہ حکم (الامر للوجوب) اور فہم سلف صالحین سے ثابت ہے۔

۶: چالیس دنوں میں ایک دفعہ ناخن تراشنا ضروری ہے اور چالیس دنوں کا تعین صحیح مسلم (۲۵۸) کی حدیث سے ثابت ہے۔

۷: وضو کے دوران میں انگلیوں کا خلال کر کے جوڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے، تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، ورنہ عذاب کا خطرہ ہے۔

۸: بغلوں کے بال اکھیڑنے بہتر ہیں اور جو شخص اکھاڑ نہ سکے تو ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ پس جتنی استطاعت ہو اللہ سے ڈرو۔ (التغابن: ۱۶)
کی رُو سے یہ بال منڈوانا یا مونڈنا یا کسی طریقے سے انھیں ختم کرنا جائز ہے، کیونکہ

اس طرح سے بغلوں کی صفائی کا عمل مکمل ہو جاتا ہے۔

۹: زیرِ ناف بال مونڈنا ضروری ہے۔

۱۰: پانی سے استنجا کرنا افضل ہے۔ دیکھئے ح ۳۶۹ وغیر ذلک من الفوائد

الفصل الثاني

۳۸۱) عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ :((**السواك مطهرة للفم، مرضاة للرب .))** رواه الشافعي ، و أحمد ، والدارمي، والنسائي .

و رواه البخاري في صحيحه بلا إسناد.

عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔ اسے شافعی (الام ۱/۲۳) احمد (۶/ ۴۷ ح ۲۴۷۰۷) دارمی (۱/۴۷۱ح ۶۹۰) اور نسائی (۱/۱۰ ح ۵) نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری (کتاب الصوم باب ۲۷ قبل ح ۱۹۳۴، تعلیقاً) نے بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: کتاب و سنت پر عمل کرنے سے رب راضی ہوتا ہے۔

۲: کتاب و سنت پر عمل کرنے میں دنیاوی فائدے بھی ہیں اور اُخروی ثواب بھی ہے۔

۳۸۲) و عن أبي أيوب قال قال رسول الله ﷺ : ((**أربع من سنن المرسلين: الحياء** ـ و يروى الختان ـ ، **والتعطر ، والسواك ، والنكاح .))**

رواه الترمذي .

اور ابو ایوب (الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں: حیاء ۔ اور ختنہ کرنا بھی مروی ہے ۔ عطر لگانا، مسواک اور نکاح ۔ اسے ترمذی (۱۰۸۰، وقال: حسن غریب) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کی سند میں تین وجہ ضعف ہیں:

۱: ابو الشمائل مجہول ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۰۱۰)

۲: حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے اور یہ روایت عن سے ہے۔

۳: حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔

اس روایت کے ضعیف شواہد بھی ہیں، جن کے ساتھ یہ ضعیف ہی ہے۔

۳۸۳) وعن عائشة قالت: كان النبي ﷺ لا يرقد من ليل ولا نهار فيستيقظ إلا يتسوك قبل أن يتوضأ. رواه أحمد و أبو داود. **اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ** نبی ﷺ رات ہو یا دن، جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

اسے احمد (۶/ ۱۶۰ ح ۲۵۷۸۷) اور ابوداود (۵۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں دو وجہ ضعف ہیں:

۱: علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۱۷۵، ۳۷۹۔ ۳۸۰

۲: ام محمد مجہولہ ہے، مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اس کی توثیق کی ہے، بلکہ حافظ منذری نے اسے مجہولہ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے عون المعبود (۴/ ۴۲۶) اور انوار الصحیفہ (ص ۱۷۱ د ۴۸۹۸)

۳۸۴) وعنها، قالت: كان النبي ﷺ يستاك، فيعطيني السواك لأغسله، فأبدأ به فأستاك، ثم أغسله و أدفعه إليه. رواه أبو داود.

اور انھی (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مسواک کرتے تھے، پھر آپ مجھے مسواک دھونے کے لئے دیتے تو میں پہلے مسواک کرتی، پھر اسے دھو کر آپ کو دے دیتی تھی۔

اسے ابوداود (۵۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں۔

۲: میاں بیوی کا ایک دوسرے کی مسواک (اور دوسری ضروریات زندگی) باہمی رضامندی سے استعمال کرنا جائز ہے۔

۳: بعض اوقات ضرورت کے وقت قریبی رشتہ دار یا گہرے دوست کی رضامندی سے مسواک، صابن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ دیکھئے ح ۳۸۵

۴: مسواک کو دھو کر استعمال کرنا چاہئے۔ ۵: مسلمان کا جوٹھا پاک ہے۔

الفصل الثالث

۳۸۵) عن ابن عمر أن النبي ﷺ قال : ((**أراني في المنام أتسوك بسواك ، فجاء ني رجلان أحدهما أكبر من الآخر ، فناولت السواك الأصغر منهما ، فقيل لي : كبّر ، فدفعته إلى الأكبر منهما .**)) متفق عليه .

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسواک کر رہا ہوں، پھر میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا، پھر میں نے ان میں سے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھے کہا گیا: بڑے کو دیں، لہٰذا میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۴۶، صحیح مسلم: ۲۲۷۱)

فقہ الحدیث:

۱: اگر ایک شخص راضی ہو تو اس کی رضامندی سے اس کی مسواک، صابن، تولیہ، کنگھی اور تیل وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔

۲: عمر رسیدہ آدمی کو تمام امور میں دوسروں پر مقدم رکھنا چاہئے اور بڑوں کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔

۳: انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ دیکھئے ح ۳۸۸

٣٨٦) وعن أبي أمامة، أن رسول الله ﷺ قال: **((ما جاءني جبريل عليه السلام قط إلا أمرني بالسواك، لقد خشيت أن أحفي مقدم في.))**
رواه أحمد.

اور ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس جب بھی آئے تو مجھے مسواک کرنے کا حکم دیا، مجھے ڈر لگا کہ کہیں میں منہ کا اگلا حصہ (کثرتِ مسواک سے) چھیل ہی نہ دوں۔ اسے احمد (۲۶۳/۵ ح ۲۲۶۲۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس میں دو وجہ ضعف ہیں:

۱: علی بن یزید الالہانی سخت ضعیف راوی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "**منکر الحدیث**" (کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۲۶۲)

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: "**متروك الحديث**" (الضعفاء للنسائی: ۴۳۲)

۲: عبیداللہ بن زحر جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: "**اتفق الأكثر على توثيقه**"

اکثر نے اس کی توثیق پر اتفاق کیا ہے۔ (نتائج الافکار ۳۰۳/۲)

جبکہ حافظ ہیثمی نے فرمایا: "**وضعفه الجمهور**" اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔
(مجمع الزوائد ۵۴/۵)

اسماء الرجال کی کتابوں کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر کی مذکورہ بالا بات غلط ہے اور حافظ ہیثمی کی بات صحیح ہے، لہذا عبیداللہ بن زحر ضعیف راوی ہے۔

٣٨٧) وعن أنس قال قال رسول الله ﷺ: **((لقد أكثرت عليكم في السواك.))** رواه البخاري. اور انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے مسواک کے بارے میں تمہیں بہت زیادہ کہہ دیا ہے۔

اسے بخاری (۸۸۸) نے روایت کیا ہے۔

۳۸۸) و عن عائشة رضي الله عنها قالت : كان رسول الله ﷺ يستن و عنده رجلان أحدهما أكبر من الآخر ، فأوحي إليه في فضل السواك أن كبّر، أعط السواك أكبرها ، رواه أبو داود .

اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو آدمی موجود تھے: ایک دوسرے سے (عمر میں) بڑا تھا، پھر آپ پر مسواک کی فضیلت کے بارے میں وحی نازل ہوئی کہ بڑے کو دیں، ان دونوں میں سے جو بڑا ہے اُسے مسواک دے دیں۔ اسے ابوداود (۵۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے

۱: مسواک کرنا بڑی فضیلت کا کام ہے۔

۲: نیک آدمی اگر اجازت دے تو اس کی مسواک بطورِ تبرک استعمال کرنا جائز ہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔

۴: حدیث بھی وحی ہے۔

۵: سب لوگ ہر لحاظ میں برابر برابر نہیں، بلکہ کوئی بڑا ہے اور کوئی چھوٹا ہے، کوئی عالم ہے اور کوئی عامی ہے، کوئی بڑا عالم ہے اور کوئی طالب علم ہے، لہٰذا انھیں اپنے اپنے مراتب پر سمجھنا چاہئے اور ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق مقام دینا چاہئے۔

۶: انبیاء کے خواب سچے اور وحی ہوتے تھے۔ دیکھئے! رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دو آدمی دیکھے اور ایک کو مسواک دے دی۔ (حدیث سابق: ۳۸۵)

اور اس حدیث سے ثابت ہے کہ یہی واقعہ عالم دنیا میں بھی پیش آیا۔

۳۸۹) و عنها ، قالت : قال رسول الله ﷺ : **((تفضل الصلاة التي يستاك لها على الصلاة التي لا يستاك لها سبعين ضعفًا.))**

رواه البيهقي في شعب الإيمان .

اور انھی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک کے ساتھ

جو نماز پڑھی جائے وہ اس نماز سے ستر گنا افضل ہے جس کے لئے مسواک نہ کی جائے۔
اسے بیہقی نے شعب الایمان (۲۷۷۴، ۲۷۷۳، ۲۷۷۲) اور السنن الکبریٰ (۱/ ۳۸) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں معاویہ بن یحیٰی الصدفی ضعیف ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۳۹۷)
اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/ ۸۴، انوار الصحیفہ ص ۱۹۵)
محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔
اس روایت کے سخت ضعیف شواہد بھی ہیں۔

۳۹۰) وعن أبي سلمة عن زيد بن خالد الجهني قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((**لو لا أن أشق على أمتي، لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة، ولأخرت صلاة العشاء إلى ثلث الليل.**))

قال: فكان زيد بن خالد يشهد الصلوات في المسجد و سواكه على أذنه موضع القلم من أذن الكاتب، لا يقوم إلى الصلاة إلا استن، ثم رده إلى موضعه.
رواه الترمذي، و أبو داود إلا أنه لم يذكر: ((**ولأخرت صلاة العشاء إلى ثلث الليل.**)) وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح.

اور ابوسلمہ (بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ) زید بن خالد الجہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور ایک تہائی رات تک عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیتا۔

راوی نے کہا: پس زید بن خالد (رضی اللہ عنہ) مسجد میں نمازوں کے لئے حاضر ہوتے اور آپ کی مسواک آپ کے کان پر رکھی ہوتی تھی جیسا کہ کاتب اپنا قلم وہاں رکھ لیتا ہے۔ آپ جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے، پھر مسواک کو اس کی (کان والی) جگہ

رکھ دیتے تھے۔ اسے ترمذی (۲۳) اور ابوداود (۴۷) نے روایت کیا ہے، لیکن ابوداود نے ''اور ایک تہائی رات تک عشاء کی نماز کو موخر کر دیتا'' کے الفاظ بیان نہیں کئے۔

اور ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تحقیق الحدیث: **اس روایت کی سند ضعیف ہے۔**

اس میں علت قادحہ یہ ہے کہ اس کے راوی محمد بن اسحاق بن یسار صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور ہونے کے ساتھ زبردست مدلس بھی تھے۔

دیکھئے طبقات المدلسین (۴/۱۲۵) اور الفتح المبین (ص ۴۷)

حافظ ابن حجر نے اپنی طبقاتی تقسیم میں انھیں طبقۂ رابعہ میں ذکر کیا ہے۔

یہ روایت عن سے ہے، لہٰذا ضعیف و مردود ہے۔

کان پر مسواک رکھنے والے قصے کے بغیر صرف مرفوع روایت ''اگر مجھے اپنی اُمت کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا... موخر کر دیتا'' صحیح ہے۔ دیکھئے مسند الامام احمد (۴/۱۱۶ ح ۱۷۰۴۸)

صرف کان پر مسواک رکھنے والا قصہ (آخر تک) ثابت نہیں اور انتہائی قابلِ غور مقام ہے کہ راقم الحروف نے بعض عرب عوام کو اس ضعیف روایت پر عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا ہمارے لئے صحیح احادیث و آثار کافی نہیں ہیں؟!

کاش! علماء، طلباء اور عوام حسبِ استطاعت تحقیق سے کام لیتے اور کتاب و سنت، اجماع و آثار ثابتہ پر ثابت قدمی سے عمل کرتے۔

فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا حدیث سے ثابت ہے

سوال پچھلے کچھ عرصے سے انٹرنیٹ پر تشہیر کی جا رہی ہے کہ فجر کی اذان کے اضافی الفاظ: الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے اور کیا یہ الفاظ کسی حدیث میں رسول اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں؟ (ایک سائل)

الجواب انٹرنیٹ پر مذکورہ تشہیر غلط، باطل اور افتراء ہے، کیونکہ یہ الفاظ صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان سکھائی اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم۔ فی الأولی من الصبح**'' صبح کی پہلی (اذان) میں دو دفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۵، وسندہ حسن/ باب التثویب فی أذان الفجر)

اس حدیث کے راوی عثمان بن السائب صدوق حسن الحدیث ہیں۔ انھیں ابن خزیمہ اور ابن حبان دونوں نے ثقہ قرار دیا اور جس راوی کی توثیق ایک ثقہ غیر متساہل محدث یا دو محدثین سے ثابت ہو جائے تو اسے مجہول یا غیر معروف کہنا غلط ہوتا ہے۔

عثمان کے والد السائب الجمحی المکی کو بھی ابن خزیمہ اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا، لہٰذا وہ بھی صدوق حسن الحدیث ہیں اور امام عبدالملک بن ابی محذورہ نے ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے، نیز باقی ساری سند صحیح ہے، لہٰذا یہ حدیث حسن لذاتہ ہے۔

۲: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**من السنة إذا قال المؤذن في أذان الفجر حي على الفلاح قال: الصلوٰة خير من النوم، الصلوٰة خير من النوم**''

سنت میں سے ہے کہ جب موذن اذانِ فجر میں حی علی الفلاح کہے تو الصلوٰۃ خیر من النوم دو دفعہ کہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۴۲۳ وقال: ''وھو إسناد صحیح'' صحیح ابن خزیمہ بتحقیقی: ۳۸۶ وسندہ صحیح)

صحابی جب سنت کا لفظ کہیں تو یہ مرفوع حدیث ہوتا ہے۔

(دیکھئے اختصار علوم الحدیث مترجم اردو ص ۳۴ قسم: ۸، اور کتبِ اصول الحدیث)

ان دونوں صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صبح کی پہلی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم دو دفعہ کہنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

تنبیہ: صبح کی دو اذانیں ہوتی ہیں: ایک صبح صادق کے بعد اذانِ فجر، دوسری اقامت۔ رسول اللہ ﷺ نے ''بین کل أذانین'' کی حدیث میں اقامت کو بھی اذان قرار دیا ہے۔

(حدیث کے لئے دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۴، صحیح مسلم: ۸۳۸ [۱۹۴۰])

ان دونوں اذانوں (اذانِ فجر اور اقامت) میں سے صرف پہلی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ ثابت ہیں اور دوسری میں ثابت نہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کو اس مسئلے میں بڑی عجیب غلطی لگی اور وہ رات (سحری یا تہجد) کی اذان کو صبح کی اذان سمجھ بیٹھے اور یہ دعویٰ کر دیا کہ اذانِ فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں پڑھنا چاہیے اور رات کی اذان میں یہ الفاظ پڑھنے چاہئیں، حالانکہ رات کی اذان کو صبح کی اذان کہنا غلط ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إن بلالاً یؤذن بلیل'' بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۶۲۲۔۶۲۳ باب الاذان قبل الفجر، صحیح مسلم: ۱۰۹۲ [۲۵۳۶])

اس حدیث میں تہجد یا رمضان میں سحری کی اذان کے بارے میں یہ صراحت ہے کہ یہ رات کی اذان ہے، لہٰذا البانی صاحب کا اسے فجر کی اذان قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے اور اس غلطی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انھوں نے اس حدیث کا فہم سلف صالحین سے نہیں لیا بلکہ یمن کے ایک بہت متاخر عالم سے لے لیا ہے۔ حافظ ابن خزیمہ، حافظ بیہقی اور علامہ طحاوی وغیرہم نے جو فقہ الحدیث پیش کیا، اُس سے آنکھیں بند کر کے خیر القرون اور زمانہ تدوینِ

حدیث کے بعد کے متاخرین کا فہم قبول کر لینا ہرگز صحیح نہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ نے لکھا ہے: ''وإن قول الشیخ البانی حفظه اللّٰه (رحمه اللّٰه) ضعیف في هذه المسئلة'' اور اس مسئلے میں شیخ البانی حفظہ اللہ (رحمہ اللہ) کا قول ضعیف (کمزور) ہے۔ (فتاویٰ الدین الخالص ج ۳ ص ۲۲۵)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس روایت میں آیا ہے کہ انھوں نے الصلوٰۃ خیر من النوم کے بارے میں فرمایا: ان الفاظ کو صبح کی اذان میں شامل کر لو۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۷۲ ح ۱۵۱، مشکوٰۃ المصابیح بتحقیقی: ۶۵۲)

یہ روایت موطا میں بلاغات سے بے سند ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۲۰۸ ح ۲۱۱۵۹) میں ایک روایت اس مفہوم کی مروی ہے جس کا راوی اسماعیل (؟؟) مجہول ہے۔

سنن دارقطنی میں ایک روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موذن سے کہا تھا:

جب تم فجر (کی اذان) میں حي علی الفلاح پر پہنچ جاؤ تو (اس کے بعد) دو دفعہ الصلاۃ خیر من النوم کہو۔ (۱/ ۲۴۳ ح ۹۳۵)

اس روایت کی دو سندیں ہیں:

۱: سفیان ثوری (مدلس) عن محمد بن عجلان (مدلس) عن نافع والی سند۔

یہ دو مدلسین کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: عبداللہ بن عمر العمری عن نافع۔

یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری عن نافع کی وجہ سے حسن ہے اور العمری مذکور کی نافع کے علاوہ دوسرے تمام راویوں سے تمام روایات ضعیف و مردود ہیں، کیونکہ جمہور محدثین نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اس حسن روایت سے صرف یہ ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موذن کو دین کا مسئلہ سکھانے کیلئے یہ حکم دیا تھا، نہ کہ انھوں نے اذان میں کوئی اضافہ کر دیا تھا۔ اتنی سی بات کو ''یار'' لوگوں نے افسانہ بنا دیا ہے۔ (۹/ فروری ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

صفاتِ باری تعالیٰ اور سلفی عقائد

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

دیوبندی مدرسے ''جامعہ مدنیہ لاہور'' کے ''مفتی'' ڈاکٹر عبدالواحد دیوبندی (ایم بی بی ایس) نے ''صفات متشابہات اور سلفی عقائد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں خیر القرون کے بعد پیدا ہو جانے والے فرقے ''ماتریدیہ'' کا دفاع اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ، شیخ محمد بن صالح ابن العثیمین السعودی و سلفی عقائد کا رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کی چند بنیادی خامیاں درج ذیل ہیں:

۱: عبدالواحد صاحب نے خیر القرون کے علمائے سنت مثلاً صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین کے صحیح و ثابت شدہ اقوال جمع کرنے میں کوئی تگ و دو نہیں کی، بلکہ ''سلفیوں کی تاریخ'' اور'' تاریخ کا پہلا دور'' کے تحت چھٹی صدی ہجری کے حافظ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) کی طرف منسوب بعض عبارات لکھ کر اپنے استنباطات و استدلالات شروع کر دیئے ہیں۔

سلفی، اثری، اہل حدیث اور اہل سنت کے القاب کا مطلب یہ ہے کہ قرآن، حدیث علیٰ فہم السلف الصالحین، اجماع امت اور آثار سلف صالحین پر بغیر تاویل و تعطیل اور بغیر تشبیہ کے عمل کرنے والے لوگ ہیں جو حافظ ابن الجوزی کی پیدائش سے پہلے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اتباع تبع تابعین اور سلف صالحین کی صورت میں روئے زمین پر موجود تھے۔

۲: حدیث ہو یا صحابی کا اثر، تابعی کی روایت ہو یا کسی شخص کا قول سب کے لئے صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے اور بے سند اقوال و روایات کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں، مگر عبدالواحد دیوبندی صاحب نے اپنی اس کتاب میں بے سند، غیر صحیح اور غیر ثابت روایات سے بکثرت استدلال کیا ہے۔ مثلاً:

عبدالواحد صاحب نے ''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سلفیوں کے مسلک سے مختلف ہے'' کے عنوان کے تحت اثبات الحد للہ، العقیدہ وعلم الکلام، طبقات الحنابلہ، اہل السنۃ الاشاعرۃ اور الملل والنحل کتابوں سے بے سند اور غیر ثابت حوالے پیش کیے ہیں، حالانکہ امام احمد رحمہ اللہ کے ثقہ و مستند شاگردوں مثلاً امام ابوداود، صالح بن احمد بن حنبل، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور اسحاق بن منصور الکوسج وغیرہم کی کتابیں اور روایات مطبوع ہیں۔

علمی تحقیق تو یہ ہے کہ وہ پہلے امام احمد کے صحیح و ثابت اقوال جمع کرتے اور پھر اُن کی تائید یا تردید کرتے۔

کیا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک دیوبندیوں کے موافق ہے؟

امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سات حوالے پیش خدمت ہیں، جن سے صاف ثابت ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ میں اُن کا مسلک دیوبندیوں کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے:

۱) امام ابوبکر الخلال رحمہ اللہ نے کتاب السنۃ میں فرمایا:

" حدثنا یوسف بن موسی :أخبرنا عبد اللّٰه بن أحمد قال قیل لأبي: ربنا تبارك و تعالٰی فوق السماء السابعة علٰی عرشه، بائن من خلقه و قدرته و علمه بكل مكان؟ قال: نعم، لا یخلو شيءٌ من علمه. " عبداللہ بن احمد (بن حنبل) سے روایت ہے کہ میرے والد سے کہا گیا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ساتویں آسمان سے اوپر اپنے عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کا علم وقدرت ہر مکان پر ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! اس کے علم سے کوئی چیز خالی نہیں۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ لابن القیم ۲/۲۰۰ شاملہ)

یوسف بن موسیٰ سے مراد القطان ہیں۔ (دیکھئے العلو للعلی الغفار للحافظ الذہبی ۲/۱۱۱۳ ح ۴۳۸)

یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان ثقہ ہیں، لہٰذا یہ سند صحیح ہے۔

نیز امام الخلال رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: " **وأخبرني عبد الملك بن عبد**

الحميد الميموني قال: سألت أبا عبد الله أحمد عمن يقول: إن الله تعالىٰ ليس على العرش، فقال: كلامهم كله يدور على الكفر.''

عبدالملک بن عبدالحمید المیمونی سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ احمد (بن حنبل) سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو کہتا ہے: اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں۔ تو انھوں نے فرمایا: ان لوگوں کا سارا کلام کفر کے اردگرد پھر رہا ہے۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ۲/۲۰۰ شاملہ)

عبدالملک المیمونی ثقہ فاضل ہیں، لہٰذا یہ سند بھی صحیح ہے۔

ایک سوال کے جواب میں خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و حدوث کی علامات سے مبرّا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت۔ تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت ومکان کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وُہ جہت ومکانیت اور جملہ علاماتِ حدوث سے منزہ وعالی ہے۔''

(المہند علی المفند ص ۴۲، جواب: تیرھواں اور چودھواں سوال)

محمود حسن گنگوہی دیوبندی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:

''خداوند کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہر شے میں حلول کئے ہوئے ہیں، کفر ہے اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عرش پر یا کسی اور مکان میں ہے جس طرح کہ بادشاہ لندن میں ہے یہ بھی کفر ہے، ان دونوں عقیدوں سے توبہ اور اجتناب واجب ہے خداوند تعالیٰ کسی مکان میں محدود نہیں، وہ مکان سے منزہ اور بالاتر ہے۔'' (فتاویٰ محمودیہ ج ۳ ص ۷۰ جواب سوال نمبر ۲۶۷)

مذکورہ حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ آلِ دیوبند جس راستے پر گامزن ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس کے سراسر برعکس راستے پر ہیں۔

۲) جو شخص قرآن مجید کو مخلوق کہے، اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:
"أقول هو كافر" میں کہتا ہوں: وہ کافر ہے۔

(مسائل الامام احمد، روایۃ ابی داود ص ۲۶۲ باب فی الجہمیۃ)

اس کے مقابلے میں آلِ دیوبند کے ممدوح زاہد الکوثری نے لکھا ہے:

"والواقع أن القرآن في اللوح و في لسان جبريل عليه السلام و في لسان النبي ﷺ و ألسنة سائر التالين و قلوبهم و ألواحهم مخلوق حادث محدث ضرورة..."

اور واقعی یہ ہے کہ لوح محفوظ، زبانِ جبریل علیہ السلام، زبانِ نبی ﷺ اور تمام تلاوت کرنے والوں کی زبانوں، دلوں اور تختیوں پر قرآن مخلوق حادث ہے جو کہ ضروریات (بدیہی حقیقتوں) کا مسئلہ ہے۔ (مقالات الکوثری ص ۲۷)

۳) امام احمد سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا، جو کہتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ ہمارے الفاظ مخلوق ہیں تو انھوں نے فرمایا: "هم شر من قول الجهمية" وہ جہمیہ کے قول سے زیادہ بُرے ہیں۔ (مسائل الامام احمد، روایۃ ابی داود ص ۲۷۱ وسندہ صحیح)

امام احمد سے پوچھا گیا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے؟ انھوں نے فرمایا: اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، نہ اس کے پاس بیٹھا جائے، نہ اس کے ساتھ کلام کیا جائے اور نہ اسے سلام کیا جائے۔ (مسائل ابن ہانی ۱/ ۶۰ فقرہ: ۲۹۵)

امام احمد کے نزدیک، قرآن کو مخلوق کہنے والے شخص کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو دہرانا چاہئے۔ (دیکھئے الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۵۸ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۳۲۹)

٤) جو شخص قرآن کے بارے میں توقف کرتا ہے، یعنی نہ اسے مخلوق کہتا ہے اور نہ غیر مخلوق کہتا ہے تو امام احمد بن حنبل نے ایسے آدمی کے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا:
میری نظروں سے دُور ہو جا، میں آئندہ تجھے اپنے دروازے پر کبھی نہ دیکھوں۔

(مسائل احمد، روایۃ ابی داود ص ۲۶۴)

۵) امام احمد نے اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

" لا يصلي خلفهم مثل الجهمية والمعتزلة" جہمیہ اور معتزلہ جیسے لوگوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد مخطوط مصور ص ۲ فقرہ: ٦)

المہند کے حوالے سے متاخرین (جہمیہ) کے بارے میں دیو بندی موقف (فقرہ نمبر ا میں) بیان کیا جا چکا ہے، اب اشرف علی تھانوی دیو بندی کا بیان پڑھیں:

''مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں۔ مگر ہم اُن کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں جیسا وہ خدائے بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کما حقہ ادراک نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی اس کے صفات کا ادراک بھی محال ہے اور سلف صالحین وعلماء متقدمین کا یہی مذہب تھا اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔ اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی تھی...''

(تقریر ترمذی اردو ص ۲۰۳۔۲۰۴، تحقیق وتحشیہ عبدالقادر کبیر والہ، تقدیم محمد تقی عثمانی)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے دو باتیں تسلیم کی ہیں:

ا: احادیث کو ظاہر پر رکھ کر صفاتِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا سلف صالحین کا مذہب ہے۔

۲: متاخرین (یعنی دیو بندیہ وغیرہ) نے جہمیہ ومبتدعین کے مسلک و مذہب کو اختیار کر رکھا ہے۔

٦) امام احمد بن حنبل سے اسد بن عمرو کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

''كان صدوقًا و أبو يوسف صدوق ولكن أصحاب أبي حنيفة لا ينبغي أن يروى عنهم شئ'' وہ سچا تھا اور ابو یوسف سچا ہے، لیکن اصحابِ ابی حنیفہ سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرنی چاہئے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۳/ ۳۰۰ فقرہ: ۵۳۳۲)

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک (حنفیت کی طرف منسوب)

دیوبندیوں کا کیا مقام ہوگا؟ جنھوں نے ایک ضرورت کی وجہ سے جہمیہ کا مذہب اختیار کیا؟

۷) امام اسحاق بن منصور الکوسج رحمہ اللہ نے امام احمد سے پوچھا:

"یؤجر الرجل علی بغض أصحاب أبي حنیفة؟" کیا آدمی کو اصحابِ ابی حنیفہ (حنفیوں) سے بغض پر کوئی ثواب ملے گا؟ انھوں نے فرمایا: "إي واللّٰه." ہاں ضرور ملے گا، اللہ کی قسم! (مسائل الامام احمد، روایۃ الکوسج ۲/ ۵۶۵ فقرہ: ۳۳۸۵)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً ایمان میں زیادت ونقصان کا مسئلہ۔

(دیکھئے السنۃ للخلال: ۱۰۱۰، وسندہ صحیح)

ان صحیح وثابت حوالوں کے مقابلے میں اثبات الحد للہ اور کوثری کی العقیدہ وعلم الکلام وغیرہما کے بے سند حوالوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

ڈاکٹر کہلانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی بے سند اور جھوٹے حوالے بطورِ استدلال پیش کر کے عامۃ المسلمین کو ورغلانے کی کوشش شروع کردے۔

بعض صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین (خیر القرون) کے چند حوالے بطورِ نمونہ پیشِ خدمت ہیں، جن سے حقیقی اہلِ سنت کا مسلک ومذہب ثابت ہوتا ہے اور جہمیہ ومرجیہ کا زبردست رد ہوتا ہے:

الاستواء علی العرش

۱) جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: " أیها الناس، إن کان محمد إلٰهکم الذي تعبدون فإن إلٰهکم قدمات، و إن کان إلٰهکم الذي في السماء فإن إلٰهکم لم یمت..." اے لوگو! اگر محمد (ﷺ) تمھارے معبود تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو بے شک تمھارے معبود فوت ہوگئے ہیں اور اگر تمھارا معبود وہ ہے جو آسمان پر ہے تو تمھارا معبود فوت نہیں ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴/ ۵۵۳ ح ۳۷۰۱۰ وسندہ صحیح، وقال الذہبی: "ھذا حدیث صحیح" العلو للعلی الغفار ص ۱۰۰ ح ۱۵۰)

یہ روایت کئی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

الرد علی الجہمیہ للامام عثمان بن سعید الدارمی (۷۸) مسند البزار (۱/۱۸۲ ح ۱۰۳) وغیرہما

اس اثر سے صاف ثابت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو (ہر جگہ نہیں بلکہ) آسمان پر مانتے تھے۔

۲) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور آسمان و زمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، عرش پانی پر ہے اور اللہ عرش پر ہے، وہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔

(کتاب التوحید لابن خزیمہ ۱/۲۴۲۔۲۴۳ ح ۱۴۹، دوسرا نسخہ ص ۱۰۴)

اس اثر کی سند حسن لذاتہ ہے اور یہ بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

المعجم الکبیر للطبرانی (۹/ ۲۲۸ ح ۸۹۸۷ وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۱/ ۸۶ واسنادہ حسن)

الرد علی الجہمیہ للامام عثمان بن سعید الدارمی (ص ۴۶ ح ۸۱)

کتاب العظمۃ لابی الشیخ (۲/ ۶۸۸ ح ۲۷۹)

التمہید لابن عبدالبر (۷/ ۱۳۹) خلق افعال العباد للبخاری (۸۱)

العلو للعلی الغفار (۱/ ۴۱۷ ح ۷۶ وقال ص ۶۱۷ ح ۱۵۷: ''و إسنادہ صحیح'')

الاسماء والصفات للبیہقی (۲/ ۲۹۰ ح ۸۵۱) وغیر ذلک

۳) مشہور مفسرِ قرآن امام مجاہد رحمہ اللہ (تابعی) نے ﴿استوی﴾ کی تشریح میں فرمایا: ''علا'' وہ (عرش پر) بلند ہوا۔

(صحیح بخاری ۱۳/ ۴۰۳ قبل ح ۷۴۱۸، تغلیق التعلیق ۵/ ۳۴۵ بحوالہ تفسیر الفریابی)

۴) امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ نے معتزلہ کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں کا یہی کہنے پر دارومدار ہے کہ آسمان پر کوئی چیز نہیں۔ (العلو للعلی الغفار ۲/ ۹۱۴ ح ۳۴۴ وسندہ صحیح وقال الذہبی: "ھذا إسنادہ کالشمس وضوحًا و کالأسطوانۃ ثبوتًا عن سیّد أھل البصرۃ و عالمھم")

۵) امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" **اللّٰہ فی السماء و علمه في کل مکان، لا یخلو من علمه مکان.** "

اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ پر ہے، اس کے علم سے کوئی مکان خالی نہیں۔

(مسائل ابی داود ص ۲۶۳ وسندہ حسن، سریج بن النعمان ثقہ وشیخہ حسن الحدیث)

یہ اثر بہت سی کتابوں میں ہے۔ مثلاً:

کتاب التوحید لابن مندہ (۳/ ۳۰۷ ح ۸۹۳)

کتاب الشریعۃ للآجری (ص ۲۸۹ ح ۶۵۲)

۶) علی بن الحسن بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ہم اپنے رب کو کس طرح پہچانیں؟

انھوں نے فرمایا: یہ کہ وہ عرش پر ہے، ساتویں آسمان سے اوپر عرش ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ (الرد علی الجہمیہ للامام عثمان بن سعید الدارمی: ۱۶۲، وسندہ صحیح)

یہ اثر بہت سی کتابوں میں اس مفہوم اور بعض اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔ مثلاً:

التوحید لابن مندہ (۳/ ۳۰۸ ح ۸۹۹)

الاسماء والصفات للبیہقی (۲/ ۳۳۵ ح ۹۰۲، دوسرا نسخہ ص ۴۲۷ تیسرا نسخہ ص ۵۳۸)

عقیدۃ السلف للامام ابی عثمان الصابونی (ص ۲۰ ح ۲۸) وغیر ذلک

ایک روایت میں ہے کہ امام عبداللہ بن المبارک نے فرمایا:

" **ولا نقول کما تقول الجهمیة: أنه هاهنا فی الأرض.** "

اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں زمین پر ہے۔

(کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۲۲، العلو للعلی الغفار ۲/ ۹۸۷ ح ۳۶۱)

۷) امام یزید بن ہارون الواسطی رحمہ اللہ سے جہمیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: " **من توهم الرحمٰن علی العرش استوی خلاف ما في قلوب العباد فهو جهمي.** " جس نے یہ گمان کیا کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا، بندوں کے دلوں میں جو ہے اس

کے برخلاف تو یہ شخص جہمی ہے۔ (مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۲۶۸۔ ۲۶۹ وسندہ حسن)

یہ قول بھی کئی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

السنۃ لعبداللہ بن احمد (۵۴، ۱۱۱)

۸) امام ابورجاء قتیبہ بن سعید الثقفی رحمہ اللہ نے فرمایا: معلوم ہے کہ اللہ ساتویں آسمان پر اپنے عرش پر ہے۔ (شعار اصحاب الحدیث لابی احمد الحاکم: ۱۷، وسندہ صحیح)

۹) امام ابوحاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی دونوں نے فرمایا:

اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے... الخ (اصول الدین: ۷ وسندہ صحیح)

۱۰) صحیح ابن خزیمہ اور کتاب التوحید کے مصنف شیخ الاسلام امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ) نے فرمایا: "**من لم يقر بأن الله تعالىٰ على عرشه قد استوى فوق سبع سماواته فهو كافر بربه ...**" جو شخص اس بات کا اقرار نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے تو یہ شخص اپنے رب کا کافر (منکر) ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۸۴ فقرہ: ۱۸۷، وسندہ صحیح)

یہ قول بہت سی کتابوں میں ہے۔ مثلاً:

عقیدۃ اصحاب الحدیث للصابونی (۲۹) اثبات العلو لابن قدامہ (۱۱۲) ذم الکلام للہروی (ص ۲۷۲ دوسرا نسخہ ۴/ ۷۷ ح ۱۲۴۵، تیسرا نسخہ ۶/ ۱۷۲۔ ۱۷۳ ح ۱۲۳۶)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مثلاً دیکھئے حافظ ذہبی کی کتاب: العلو للعلی الغفار اور سنن الترمذی (۳۲۹۸) وغیرہما

ابوالحسن الاشعری نے بھی لکھا ہے: "**لأنه مستو على العرش الذي فوق السماوات**" کیونکہ وہ (اللہ) عرش پر مستوی ہے جو آسمانوں پر ہے۔

(الابانۃ عن اصول الدیانۃ ص ۳۲ باب ذکر الاستواء علی العرش)

سلف صالحین کی ان عبارات و تصریحات کے بعد بھی یہ کہنا کہ استواء علی العرش سے مراد غلبہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہے، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فرقۂ

دیوبندیہ سلف صالحین کے فہم سے دور اور اہل سنت والجماعت سے خارج فرقہ ہے۔

محمود حسن گنگوہی دیوبندی نے ''خدا ہر جگہ موجود ہے'' کی سرخی کے تحت حافظ ابن الجوزی سے نقل کیا کہ انھوں نے ''خدا کہاں ہے'' کے جواب میں فرمایا:

''کہ ہر جگہ ہے'' (ملفوظات فقیہ الامت ۲/۱۴)

حالانکہ یہ بات ابن الجوزی پر افتراء ہے اور اس کے برعکس انھوں نے جہمیہ کے ایک فرقے ملتزمہ کے بارے میں لکھا ہے: ''**والملتزمة جعلوا الباري سبحانه و تعالیٰ في کل مکان.**'' ملتزمہ نے باری سبحانہ وتعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔

(تلبیس ابلیس ص ۳۰، اقسام اہل البدع)

تمام سلف صالحین کے برعکس عبدالواحد دیوبندی نے لکھا ہے:

''اس لئے کسی صفت یا تجلی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے آسمانوں پر ہونے کو مراد لیا ہے۔ اسی صفت یا تجلی کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر بھی ہے اور زمین پر بھی ہے یعنی ہر جگہ ہے تو یہ بھی غلط نہیں ہے۔'' (صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص ۱۲۲)

یداللہ اور نزول باری تعالیٰ

ایک صحیح حدیث میں ید اور عرش کا ذکر آیا تو امام ترمذی نے فرمایا: اماموں نے فرمایا: اس حدیث پر تفسیر اور گمان کے بغیر ایمان لانا چاہئے۔ (سنن الترمذی: ۳۰۴۵)

ایک اور مقام پر امام ترمذی نے فرمایا: ''یہ حدیث اور اس طرح دوسری روایات جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات (ہاتھ پاؤں وغیرہ) اور ہر رات آسمان دنیا پر اترنے کا ذکر ہے، کے بارے میں علماء فرماتے ہیں یہ روایات ثابت ہیں اور ان پر ہمارا ایمان ہے ان میں کسی قسم کا وہم نہ کیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ یہ کیونکر ہے مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک سے اسی طرح مروی ہے وہ فرماتے ہیں ان احادیث کو کیفیت کے بغیر ہی پڑھنا (اور ماننا) چاہئے، اہل سنت وجماعت کا یہی قول ہے جہمیہ فرقہ نے ان روایات کا

انکار کیا اور کہا یہ یہ تشبیہ ہے امام ترمذی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ہاتھ، سمع اور بصر کا ذکر فرمایا جہمیہ نے ان آیات کی تفسیر و تاویل اہل علم کے تفاسیر کے خلاف کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے نہیں پیدا کیا بلکہ ہاتھ سے مراد قدرت ہے اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں تشبیہ تب ہوتی جب یہ کہا جاتا کہ (اس کا) ہاتھ (دوسرے) ہاتھوں کی طرح ہے یا (اس کی) سمع (دوسروں کی) سمع کی طرح ہے یہ تو تشبیہ ہے۔ لیکن جب یہ کہا جائے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ، سمع اور بصر ہے لیکن بلا کیفیت ہے اور کیفیت و مثلیت کا ذکر نہ ہو تو تشبیہ نہ ہوگی اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہی سننے دیکھنے والا ہے۔''

(سنن ترمذی مترجم ج ا ص ۳۷۰۔۳۷۱ تحت ح ۶۶۲، ترجمہ محمد صدیق ہزاروی بریلوی)

ان ائمہ کے برعکس آلِ دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ ید سے قدرت مراد لینا بھی حق ہے!

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب غیر ثابت کتاب ''الفقہ الاکبر'' میں لکھا ہوا ہے:

" ولـه يـد ووجـه و نـفـس فـمـا ذكـره اللّٰه تعالىٰ في القرآن من ذكر الوجه واليد والـنفس فهو له صفات بلا كيف ولا يقال إن يده قدرته أو نعمته لأن فيه ابطال الصفة وهو قول أهل القدر والاعتزال ولكن يده صفته بلا كيف..." إلخ

''اور اس کے لئے ہاتھ منہ اور نفس ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ید سے قدرت اور نعمت مراد ہے کیونکہ ایسا کہنے سے اس کی صفت کا ابطال لازم آتا ہے اور یہ منکرینِ تقدیر اور معتزلہ کا مذہب ہے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ہاتھ اس کی مجہول الکیفیت صفت ہے...''

(ص ۳۶۔۳۷، دوسرا نسخہ ص ۸۴۔۸۶، البیان الازہر ص ۳۲، ترجمہ: عبدالحمید سواتی دیوبندی)

اس عبارت کو عبدالواحد صاحب نے بحوالہ ملا علی قاری نقل کیا اور پھر ملا صاحب کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ (دیکھئے صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص ۲۶۵۔۲۶۶)

ہم کہتے ہیں کہ کاش عبارت مذکورہ بالا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہوتی، نیز آلِ

دیو بند سے ہمارا مطالبہ ہے کہ کیا وہ کسی صحیح یا حسن سند سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ استواء سے غلبہ اور ید سے قدرت ونعمت مراد لیتے تھے؟

عبدالواحد دیوبندی صاحب کا علمی مقام

آخر میں ''مفتی'' اور ''ڈاکٹر'' کہلانے والے عبدالواحد دیوبندی صاحب کا علمی مقام ان کی اسی کتاب (صفات متشابہات اور سلفی عقائد) سے پیشِ خدمت ہے:

۱) عبدالواحد صاحب نے لکھا ہے:

''پھر شیخ الاسلام انصاری رحمہ اللہ نے مذکور شرح میں جو کلام کیا ہے وہ ابن تیمیہ کی تشنیع و تقبیح سے براءت پر دلالت کرتا ہے اور وہ یہ ہے:

اسماء وصفات کی نصوص کو ان کے ظاہر پر جاری کر کے ابن تیمیہ نے ان کی حفاظت کی ہے اور وہ اس طرح کہ عام عقلیں...'' (صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص ۲۶۴)

شیخ الاسلام ابواسماعیل الانصاری الہروی رحمہ اللہ ۴۸۱ھ میں فوت ہوئے تھے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے، لہٰذا اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ابواسماعیل الانصاری نے ابن تیمیہ کے بارے میں کوئی بات لکھی ہو اور نہ شرح منازل السائرین ان کی کتاب ہے، بلکہ وہ تو منازل السائرین کے مصنف ہیں اور شرح منازل السائرین (یعنی مدارج السالکین) کے مصنف سے مراد حافظ ابن القیم ہیں، لہٰذا ملا علی قاری کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ پھر ابن القیم نے شرح مذکور میں جو کلام کیا ہے وہ ابن تیمیہ کی براءت پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا عبدالواحد صاحب کو عربی عبارت سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

۲) وہ جلیل القدر صحابیہ جنھوں نے فرمایا تھا کہ اللہ آسمان پر ہے اور آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے آقا سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''**أعتقها فإنها مومنة**'' اسے آزاد کر دو، کیونکہ یہ مومنہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷ [۱۱۹۹] باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

ان صحابیہ کے بارے میں عبدالواحد دیوبندی نے لکھا ہے:
''اس کم علم اور کم عقل باندی کا سا عقیدہ رکھے تو جہنم سے نجات دلانے میں تو شاید یہ اس کو بھی مفید ہو لیکن پھر یہ علم و عقل کی بات تو نہ رہی۔'' (صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص ۲۵۸۔۲۵۹)

اس عبارت میں مومنہ صحابیہ کو کم علم اور کم عقل کہہ کر ان کی توہین کی گئی ہے۔

عبدالواحد صاحب کی اس کتاب میں اور بھی بہت سی باتیں غلط اور خلافِ تحقیق ہیں، لہٰذا اس کتاب پر اعتماد غلط ہے۔ مثلاً:

عبدالواحد صاحب نے اپنے خاص دیوبندی انداز میں لکھا ہے: ''اہلحدیث (یعنی غیر مقلد) برصغیر میں ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید شخصی شرک ہے''

(صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص ۷)

حالانکہ یہ اہلِ حدیث کا دعویٰ نہیں، بلکہ تقلید شخصی کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً

۱: بدعت ہے۔

۲: جب اقامتِ حجت کے باوجود صراحتاً قرآن و حدیث کے مقابلے میں کسی کی تقلید کی جائے تو بے شک یہ شرک فی الرسالت ہے، جیسا کہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:
''کوئی بد بخت اور ضدی مقلد دل میں یہ ٹھان لے کہ میرے امام کے قول کے خلاف اگر قرآن و حدیث سے بھی کوئی دلیل قائم ہو جائے تو میں اپنے مذہب کو نہیں چھوڑوں گا تو وہ مشرک ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ لا شك فيه ...'' (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۳۱۰)

سرفراز خان نے اشرفعلی تھانوی دیوبندی سے نقل کیا ہے کہ
''بعض مقلدین نے اپنے امام کو معصوم عن الخطأ و مصیب وُ جوباً مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل اور خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے...'' (الکلام المفید ص ۳۰۵)

ایسے کسی خاص شخص (غالی مقلد) کے بارے میں اقامتِ حجت کے بعد اگر کسی اہل

حدیث نے شرک کا لفظ استعمال کرلیا تو اس پر ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ ایسا فتویٰ تو سرفراز خان صفدر کڑمنگی نے بھی لگا رکھا ہے۔

تنبیہ بلیغ: اہل حدیث کو دیوبندیہ و بریلویہ وغیرہم کا ''غیر مقلد'' کہنا توہین ہے، کیونکہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے:

''کیونکہ لا مذہب اور غیر مقلد کلمہ اہانت کا ہے'' (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۰۹ رقم ۷۹۲)

ماسٹر محمد امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''لیکن جو شخص نہ امام ہو نہ مقتدی، کبھی امام کو گالیاں دے کبھی مقتدیوں سے لڑے یہ غیر مقلد ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۷۷)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''اس لئے جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا گستاخ اور بے ادب ہوگا'' (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۵۹۰)

ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کا اہل حدیث یعنی اہل سنت کو غیر مقلدین کے لقب سے ملقب کرنا باطل و مردود ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ کے اہم عقیدے میں قرآن مجید کی آیات، احادیث صحیحہ، صحیح ثابت آثارِ سلف صالحین اور ائمہ مسلمین کی تشریحات جمع کرکے عوام کے سامنے پیش کرنا اور جہمیہ و متاخرین کے خلاف سلف صالحین کے اقوال کو دیوار پر دے مارنا ہی صحیح تحقیق اور مسلکِ حق ہے۔

عبدالواحد دیوبندی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ ان اصول صحیحہ کے مطابق صفاتِ باری تعالیٰ میں حوالے جمع کرتے، پھر سلف صالحین کے مذہب کو ترجیح دیتے، لیکن اصول صحیح کو پسِ پشت ڈال کر جہمیہ کے بے سند و بے دلیل مسلک و مذہب کو اپنانا اور پھر اپنے بارے میں ''اہل سنت'' ہونے کا پروپیگنڈا کرنا علمی و تحقیقی میدان میں رُسوائی، نیز دنیاوی و اخروی خسران و ہلاکت ہی ہے۔

(۴/جنوری ۲۰۱۳ء)

قصے کہانیاں حافظ زبیر علی زئی

امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کا سبب؟

[ماہنامہ الحدیث کے قارئین کے لئے یہ بات یقیناً خوشی کا باعث ہوگی کہ ہم اس شمارے سے ''قصے کہانیاں'' کے عنوان سے ایک سلسلہ شروع کر رہے ہیں جس میں زبان زدِ عام واقعات کی حقیقت اور عوام وخواص کے ہاں مشہور موضوع (من گھڑت) بے سند اور غیر ثابت واقعات مع رد بیان کئے جائیں گے۔ان شاء اللہ / حافظ ندیم ظہیر]

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے:

''امام مسلم کی وفات کا سبب بھی عجیب وغریب ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز مجلسِ مذاکرۂ حدیث میں آپ سے کوئی حدیث پوچھی گئی آپ اس وقت اسے نہ پہچان سکے۔اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی کتابوں میں اسے تلاش کرنے لگے۔کھجوروں کا ایک ٹوکرا ان کے قریب رکھا تھا۔آپ اسی حالت میں ایک ایک کھجور اس میں سے کھاتے رہے۔امام مسلم حدیث کی فکر وجستجو میں کچھ ایسے مستغرق رہے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرماگئے اور کچھ خبر نہ ہوئی۔

بس یہی زیادہ کھجور کھالینا ان کی موت کا سبب بنا۔'' (بستان المحدثین ص ۲۸۲)

شاہ عبدالعزیز کا بیان کردہ یہ قصہ درج ذیل کتابوں میں قاضی ابو العلاء محمد بن علی (بن احمد بن یعقوب الواسطی) المقری ''قال :أخبرنا محمد بن عبد اللّٰه النيسابوري (الحاكم صاحب تاريخ نيسابور والمستدرك) :سمعت أبا عبد اللّٰه محمد بن يعقوب يقول:سمعت أحمد بن سلمة يقول ...'' کی سند سے مذکور ہے:

۱: تاریخ بغداد (۱۰۳/۱۳)

۲: تاریخ دمشق (۹۴/۵۸) من طریق الخطیب بہ

۳: التقیید لابن نقطہ (۲/۲۵۳۔۲۵۴) من طریق الخطیب بہ۔وغیر ذلک

اس روایت کا متن مع ترجمہ درج ذیل ہے:

"عقد لأبي الحسين مسلم بن الحجاج مجلس للمذاكرة فذكر له حديث لم يعرفه فانصرف إلى منزله و أوقد السراج و قال لمن في الدار: لا يدخلن أحدمنكم هذا البيت، فقيل له: أهديت لنا سلة فيها تمر فقال: قدموها إلي، فقدموها إليه فكان يطلب الحديث و يأخذ تمرة تمرة يمضغها فأصبح و قد فني التمر و وجد الحديث.

قال: محمد بن عبد الله: زادني الثقة من أصحابنا أنه منها مات."

ابوالحسین مسلم بن الحجاج کے لئے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی، پھر ان کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی جسے انھوں نے نہیں پہچانا، پھر وہ اپنے گھر تشریف لے گئے اور چراغ جلا لیا اور گھر والوں سے کہا: اس کمرے میں تم میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو۔ ان سے عرض کیا گیا کہ ہمارے پاس کھجور کی ایک ٹوکری بطورِ تحفہ آئی ہے تو آپ نے فرمایا: میرے پاس لے آؤ۔ پھر وہ ان کے پاس (یہ ٹوکری) لے آئے تو آپ حدیث تلاش کرتے رہے اور ایک ایک کھجور چبا کر کھاتے رہے۔ صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہو چکی تھیں اور حدیث بھی مل گئی۔

محمد بن عبداللہ (حاکم نیشاپوری) نے فرمایا: مجھے اپنے ساتھیوں میں سے ایک ثقہ (؟) نے مزید بتایا کہ وہ ان (کھجوروں کے کھانے) سے فوت ہوئے تھے۔

یہ روایت کئی کتابوں میں بغیر سند کے حاکم سے منقول ہے۔ مثلاً:

۱: تہذیب الکمال للمزی (۷/ ۹۷)

۲: سیر اعلام النبلاء للذہبی (۱۲/ ۵۶۴) وغیرہما۔

یہ قصہ دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: ثقہ کون ہے؟ اس کا کوئی اتا پتا نہیں اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ راوی کا حدثني الثقة کہنا اور اپنے استاذ کا نام نہ لینا توثیق نہیں ہوتا۔

(مثلاً دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۱/ ۲۹۰، اردو مترجم ص ۶۱۔ ۶۲)

لہٰذا کھجوریں کھانے سے وفات کا قصہ ثابت نہیں، بلکہ ضعیف و مردود ہے۔

۲: ابو العلاء محمد بن علی الواسطی ضعیف ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷ ص ۱۶)

اگر یہ روایت تاریخ نیشاپور یا حاکم کی کسی کتاب میں نہ ملے تو قاضی ابو العلاء کی وجہ سے حاکم نیشاپوری سے بھی ثابت نہیں، لہٰذا سارا قصہ ہی مشکوک و ضعیف ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اس قسم کے قصوں کا مشہور ہونا ہی کافی ہے اور یہاں صحیح یا حسن سند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں (!!) تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور کی دو قسمیں ہیں:

۱: صحیح و حسن لذاتہ

۲: ضعیف و مردود، بلکہ بے سند و موضوع۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

مشہور حدیث صحیح بھی ہوتی ہے جیسے "**الأعمال بالنیات**" والی حدیث اور حسن بھی ہوتی ہے۔ لوگوں کے درمیان ایسی حدیثیں بھی مشہور ہو جاتی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی یا کلیتاً وہ موضوع ہوتی ہیں اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ (اختصار علوم الحدیث ۲/ ۴۵۶، اردو مترجم ص ۱۰۵)

اول الذکر کے حجت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ثانی الذکر مردود کی ایک قسم ہے۔

کئی روایات عوام و خواص میں مشہور ہوتی ہیں، لیکن اصولِ حدیث کی رُو سے بے اصل و مردود ہوتی ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت: "**اجتهد برائي**"

۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا قصہ

۳: امام عبداللہ بن المبارک کا قاضی فضیل بن عیاض کو میدانِ جہاد سے خط لکھنے کا قصہ

۴: امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کی قبر کا قصہ۔ وغیر ذلک

تفصیل کے لئے دیکھئے "مشہور واقعات کی حقیقت" (مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

یہ کتاب محترم ابو الاسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے عربی سے اردو قالب میں ڈھالی ہے اور مفید فوائد بھی لکھے ہیں۔ (۲۳/ جنوری ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

ظہور احمد حضروی کوثری اور موضوع روایات کی بھرمار

اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ کذاب اور متروک راویوں کی روایات بطورِ حجت و بطورِ استدلال بیان کرنا جائز نہیں، لیکن پھر بھی بہت سے بدنصیب اور غلط کار لوگ جھوٹی اور مردود روایات بطورِ جزم بیان کرتے رہتے ہیں، انھی میں سے ظہور احمد حضروی (ننھے کوثری) ہیں جن کی تحریرات موضوعات و اباطیل سے بھری پڑی ہیں۔

ان من گھڑت روایات کے خروارے (ڈھیر) سے دس (۱۰) روایتیں بطورِ نمونہ و مشتے از خروارے مع رد نیز برائے خیر خواہی پیشِ خدمت ہیں، تا کہ عام مسلمانوں کی اصلاح ہو اور ظہور و شار دونوں بھی اپنے مرنے سے پہلے توبہ کر لیں:

۱) امام ابوحنیفہ کے بارے میں ظہور احمد نے بطورِ جزم لکھا ہے:

''آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد (م۲۱۲ھ) کا ہی بیان ہے:

أنا اسماعيل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان من أبناء فارس الاحرار، و اللّٰه ما وقع علينا رق قط۔ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان (امام ابوحنیفہؒ) بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم فارسی النسل کے آزاد لوگوں میں سے ہیں۔ بخدا! ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آیا۔''

اس کے بعد ظہور احمد نے چودھویں صدی کے شبلی نعمانی تقلیدی (م۱۳۳۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ ''اسماعیل نہایت ثقہ اور معزز شخص تھے......''

(امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام ص ۲۵)

اسماعیل بن حماد ضعیف تھے یا مجروح، اس سے قطع نظر اُن کی طرف منسوب قول کا حوالہ دیتے ہوئے ظہور احمد نے تاریخ بغداد (۱۳/ ۳۲۷) تہذیب الکمال (۱۹/ ۱۰۵) تہذیب التہذیب (۵/ ۶۳۹) اور سیر اعلام النبلاء (۶/ ۵۳۱) کے نام لکھے ہیں۔ تہذیب

التہذیب میں تو یہ قول بلا سند ہے، البتہ تاریخ بغداد، تہذیب الکمال اور النبلاء میں اس کی سند درج ذیل ہے:

"**مكرم بن أحمد القاضي: حدثنا أحمد بن عبيد الله بن شاذان المروزي قال: حدثني أبي عن جدي قال: سمعت إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة....**"

احمد بن عبید اللہ (یا عبداللہ) اور اس کے والد دونوں نامعلوم (مجہول) ہیں اور نضر بن سلمہ عرف شاذان المروزی کذاب راوی تھا۔

امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "**كان يفتعل الحديث ولم يكن بصدوق**" وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور سچا نہیں تھا۔

اسماعیل بن ابی اویس اور عبدالعزیز الاویسی دونوں اسے بہت بُرا سمجھتے تھے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/۴۸۰)

حافظ ابن حبان نے فرمایا: "**كان ممن يسرق الحديث، لا يحل الرواية عنه إلا للاعتبار.**" وہ حدیثیں چوری کرتا تھا، اس سے روایت کرنا جائز نہیں، سوائے اعتبار (مختلف روایات، اسانید اکٹھی کر کے جانچنے) کے لئے۔

احمد بن محمد بن عبدالکریم الوزان نے فرمایا: "**عرفنا كذبه.....**"

ہم نے اس کا جھوٹ معلوم کر لیا۔

انھوں نے مزید فرمایا: "**فعلمنا أنه يضع الحديث**" پس ہم نے جان لیا کہ وہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ (المجروحین لابن حبان ۳/۵۱۔۵۲)

عبدان نے عباس العنبری سے شاذان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عدی نے فرمایا: "**أراد أنه يكذب**" ان کا مطلب ہے کہ وہ شاذان جھوٹ بولتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ۷/۲۴۹۴، دوسرا نسخہ ۸/۲۷۱۔۲۷۲)

حافظ ابن عدی نے اس کے حافظے کے بارے میں طویل کلام کے بعد فرمایا: "**وهو**

ينسب إلى الضعف " اوروہ ضعف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (الکامل ۷/۲۴۹۵)
امام دارقطنی نے اسے الضعفاء والمتروکون میں شمار کیا۔ (ص ۷۷ ت ۵۴۲)
حافظ ذہبی نے دیوان الضعفاء والمتروکون میں ذکر کیا۔ (۲/۴۰۱ ت ۴۳۷۳)

امام ابوزرعہ الرازی نے اس کی روایت سننے کے بعد فرمایا: " راوي هذا الحديث مجنون، كم من كذاب يكون مجنوناً " اس حدیث کا راوی مجنون ہے، کتنے ہی جھوٹے مجنون ہوتے ہیں۔ (کتاب الضعفاء لابی زرعۃ الرازی ۲/۴۰۳)

تنبیہ: یہ عبارت سعید بن عمرو البرذعی نے امام ابوزرعہ سے سنی تھی، جیسا کہ مذکورہ حوالے کے شروع میں صراحت ہے۔

جمہور کے نزدیک مجروح اور کذاب راوی کے بارے میں امام ابوعروبہ رحمہ اللہ کی تعریف مردود ہے۔

اس موضوع روایت کے برعکس عمر بن حماد بن ابی حنیفہ سے ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ کے دادا "زوطی" کابل والوں میں سے تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۱، تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۴)

امام ابونعیم الکوفی رحمہ اللہ (م ۲۱۸ھ) نے فرمایا: ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی، آپ کی اصل کابل سے ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۴۔۳۲۵ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ فارس چوتھی اقلیم میں ہے اور کابل تیسری اقلیم میں ہے۔
(دیکھئے معجم البلدان ۴/۲۲۶، ۳/۴۲۶)

۲) ظہور احمد نے لکھا ہے: " آپ کے دوسرے جلیل القدر شاگرد امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) آپ کا حسن وجمال یوں بیان کرتے ہیں:

كان الامام ابو حنيفة حسن الوجه، حسن اللحية، حسن الثياب، حسن النعل، طيب الريح، حسن المجلس، هيوبا۔

امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے، خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، بہترین خوشبو، بھلی مجلس والے اور رُعب دار آدمی تھے۔"

(.....کا محدثانہ مقام ص ۳۹ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۳۱ وعقود الجمان ص ۴۳)

عقود الجمان میں یہ روایت بلا سند ہے اور دسویں صدی کے شافعی مولوی کی یہ کتاب بے سند اور باطل کتابوں میں سے ہے۔

تاریخ بغداد میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" اخبرنا التنوخي: حدثني أبي: حدثنا أبوبكر محمد بن حمدان بن الصباح النيسابوری بالبصرة : حدثنا أحمد بن الصلت بن المغلس الحماني قال: سمعت أبا نعيم يقول....." (۱۳/ ۳۳۰)

اس سند میں احمد بن مغلس الحمانی کذاب راوی ہے۔ اسے ابن عدی، ابن حبان، دارقطنی، ابن ابی الفوارس، حاکم اور ذہبی وغیرہم نے کذاب قرار دیا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تلبیساتِ ظہور وثار، فقرہ:۱)

بلکہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے اسے انتہائی کمزور اور جعل ساز راوی قرار دیا۔

(دیکھئے الکلام المفید ص ۲۴۵)

اس کذاب، انتہائی کمزور اور جعل ساز راوی کی روایت بیان کر کے ظہور وثار دونوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ دونوں عدل وانصاف سے انتہائی دور ہیں، کذب نواز ہیں اور مسلمانوں کو جھوٹی روایات کے چکر میں پھنسانا چاہتے ہیں۔

تنبیہ: اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

(دیکھئے لسان المیزان ۵/ ۱۴۷، از/ محمد بن حمدان بن الصباح النیسابوری)

۴) ظہور احمد نے لکھا ہے:

''چنانچہ خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م ۱۹۳ھ) نے ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ) سے درخواست کی کہ آپ میرے سامنے، امام ابوحنیفہؒ کے کچھ اوصاف بیان کیجیے۔

انہوں نے آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كان والله شديد الذب عن حرام الله، مجانبا لاهل الدنيا، طويل الصمت،

دائم الفکر لم [یکن] مھذرا و لا ثرثاراً، ان سئل عن مسئلة کان عنده منھا علم اجاب فیھا و ما علمته یا امیر المومنین الاصائناً لنفسه و دینه مشتغلاً بنفسه عن الناس لا یذکر احدًا اِلاّ بخیر۔

اللہ کی قسم! آپ حرام چیزوں سے بہت بچنے والے اور دنیا سے احتراز کرنے والے تھے۔ نہایت کم گو تھے اور ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہاں! اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور آپ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے (ورنہ خاموش رہتے)۔ اُمیر المؤمنین! یہاں تک میں جانتا ہوں، آپ اپنی ذات میں اور اپنے دین کی بہت حفاظت کرنے والے اور اپنے کو لوگوں کی برائی سے دور رکھنے والے تھے، اور جب کسی شخص کا تذکرہ کرتے تو صرف بھلائی کے ساتھ ہی کرتے تھے۔

ہارون الرشید نے یہ سن کر کہا، **ھذہ اخلاق الصالحین.**

صالحین کے اخلاق اسی طرح ہوتے ہیں۔" (...محدثانہ مقام ص ۳۹، ۴۰ بحوالہ فضائل ابی حنیفۃ لابن ابی العوام ص ۴۷ و مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذھبی ص ۹)

مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی تو بے سند روایتوں کی ایک کتاب ہے اور ابن ابی العوام کی طرف منسوب کتاب فضائل ابی حنیفہ میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" ۱۳۔ حدثني أبي قال: حدثني أبي قال: حدثني محمد بن أحمد بن حماد قال: حدثني محمد بن المبارك قال: ثنا الحسن بن إسماعيل بن مجالد قال: سمعت أبي يقول........" (ص ۴۷)

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: احمد بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن یحییٰ بن الحارث عرف ابن ابی العوام السعدی

اس کی کوئی توثیق محدثین کرام سے ثابت نہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۴/ ۳۲۰۔۳۲۱)

یہ شخص حاکم بامر اللہ مصری (رافضی) کا قاضی تھا۔ (دیکھئے الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۰۷)

حاکم بامر اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

عبیدی مصری رافضی بلکہ اسماعیلی زندیق، وہ رب ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ (النبلاء ۱۵/۱۷۳)
حافظ ذہبی نے مزید فرمایا:
وہ سرکش شیطان، متکبر، حق کا مخالف ہٹ دھرم، بڑے رنگ بدلنے والا، سفاکی سے (بے گناہوں کا خون بہانے والا) خبیث عقیدے والا.......اپنے زمانے کا فرعون تھا۔
(النبلاء ۱۵/۱۷۴)

اس فرعونِ وقت اور شیطان زندیق کے قاضی کی توثیق کہاں ہے؟!

۲: فرعونِ وقت کے قاضی ابن ابی العوام کا باپ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ مجہول ہے۔
(مقالات ۴/۳۲۱۔۳۲۲)

عبدالقادر قرشی حنفی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس شخص کا تذکرہ آگے کرے گا، لیکن اس نے وعدہ خلافی کی اور آگے جا کر کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

ظہور وثنار کو چاہئے کہ وہ اس قرشی کے وعدے کو خود زور لگا کر پورا کرلیں۔

۳: محمد بن عبداللہ کا باپ عبداللہ بن محمد بن احمد بن یحییٰ بھی مجہول ہے، اس کی کوئی توثیق نہیں ملی۔ (مقالات ۴/۳۲۲)

۴: محمد بن احمد بن حماد دولابی (تحقیق راجح میں) ضعیف ہے اور حسن بن اسماعیل بن مجالد کے حالات نہیں ملے۔

یاد رہے کہ اس سے حسن بن اسماعیل بن سلیمان بن مجالد مراد لینا صحیح نہیں، ورنہ اسماعیل بن سلیمان بن مجالد کے حالات پیش کرنا ہوں گے۔

مختصر یہ کہ یہ روایت فرعونِ وقت کے قاضی، اس کے باپ اور دادا کی وجہ سے موضوع ہے اور حافظ ذہبی کا مناقب میں اسے بے سند لکھ دینا اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں۔ ابوالوفاء الافغانی نے اس روایت کا ایک شاہد بھی تلاش کرلیا ہے، لیکن اس کی سند میں احمد بن محمد الحمانی کذاب ہے۔

۴) ظہور احمد نے لکھا ہے:

''امام ثوریؒ نے فرمایا: هو و الله اعقل من ان يسلط على حسناته ما يذهب بها۔
اللہ کی قسم! امام ابوحنیفہؒ بڑے عقل مند ہیں، وہ غیبت کر کے اپنی نیکیوں پر وہ چیز مسلط نہیں ہونے دیتے جو نیکیوں کو برباد کر دے۔'' (محدثانہ مقام ص ۴۰ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۶۱)

تاریخ بغداد میں اس روایت کی سند کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

" مكرم بن أحمد: حدثنا أحمد بن عطية : قال: حدثنا يحيٰي الحماني قال: سمعت ابن المبارك يقول...." (ج ۱۳ص ۳۶۳)

اس سند میں یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی سخت مجروح ہے اور بوصیری نے فرمایا:
" وضعفه الجمهور " اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
(اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۹ ص ۴۹۶ ح ۹۴۳۳)

یحییٰ الحمانی سے اس قول کا راوی احمد بن محمد الحمانی یعنی ابن عطیہ مشہور کذاب ہے، جس کا تذکرہ اس مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے۔

مکرم بن احمد کے بارے میں عرض ہے کہ ثقہ امام ابوالقاسم الازہری رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ (امام) ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی سے میری موجودگی میں مکرم بن احمد کی (کتاب) فضائلِ ابی حنیفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

" موضوع كله كذب، وضعه أحمد بن المغلس الحماني قرابة جبارة و كان في الشرقية " موضوع ہے، یہ ساری (کتاب) جھوٹ ہے، اسے جبارہ کے رشتے دار احمد بن مغلس الحمانی نے گھڑا تھا اور یہ شخص (بغداد کے محلے) شرقیہ میں رہتا تھا۔
(تاریخ بغداد ۴/ ۲۰۹ ت ۱۸۹۶، وسندہ صحیح)

محمد بن عمران المرزبانی (ضعیف) راوی کا ظہور احمد نے دفاع کیا ہے اور سات محدثین سے اس کی توثیق نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ (دیکھئے تلامذہ ص ۳۳۲۔۳۳۳ حاشیہ)

لہٰذا عرض ہے کہ خطیب بغدادی نے صحیح سند کے ساتھ مرزبانی سے نقل کیا، اس نے عبدالباقی بن قانع (بغدادی حنفی، ضعیف) سے نقل کیا کہ شرقیہ میں رہنے والا ابن الصلت

"لیس بثقة" ثقہ نہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/۲۰۹)

ظہور احمد کے اصول سے اس صحیح حوالے اور حنفی عالم کی جرح کے بعد بھی ابن الصلت الحمانی کی روایات سے استدلال ظہور وشار جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

۵) ظہور احمد نے لکھا ہے:

"حافظ الحدیث امام علی بن عاصم الواسطیؒ (م ۲۱۰ھ) کا بیان ہے:

لو وزن عقل ابی حنیفة بعقل نصف اھل الارض لرجح بھم۔

اگر امام ابو حنیفہؒ کی عقل کا موازنہ نصف اہل زمین کی عقلوں سے کیا جائے تو پھر بھی آپ کی عقل ان سب پر بھاری ہو جائے۔"

(محدثانہ مقام ص ۱۴۱، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۴۲ وسیر اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۷)

سیر اعلام النبلاء میں یہ قول بے سند ہے، لیکن اخبار ابی حنیفہ (۳۰) اور تاریخ بغداد (۱۳/۳۶۳) میں محمد بن شجاع (الثلجی) کی سند سے یہ قول موجود ہے۔

محمد بن شجاع الثلجی کے بارے میں حافظ ابن عدی نے فرمایا: وہ تشبیہ کے بارے میں حدیثیں گھڑتا تھا۔ امام عبید اللہ بن عمر بن میسرہ القواریری رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے دس دن پہلے اس ابن الثلجی کے بارے میں فرمایا: وہ کافر ہے۔

حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں نے اسے متروک قرار دیا اور دیگر محدثین نے بھی جرح کی۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۶۲)

ایسے کذاب راوی کی روایت پیش کر کے ظہور وشار نے اپنی "علمی" ٹوکری لوگوں کے سامنے کھول کر بلکہ الٹ کر رکھ دی ہے۔ سبحان اللہ!

۶) ظہور احمد نے لکھا ہے کہ امام شعبی نے آپ (امام ابو حنیفہ) کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "تم غفلت نہ کرو اور علم کی طرف پوری توجہ دو اور علماء کی صحبت میں ضرور بیٹھا کرو کیونکہ مجھے تم میں علمی قابلیت اور بیداری نظر آرہی ہے۔"

ظہور احمد نے مزید لکھا ہے:

''امام صاحبؒ فرماتے ہیں:........امام شعبیؒ کی اس بات نے میرے دل میں گہرا اثر کیا اور میں نے بازار میں جانا چھوڑ دیا اور پوری طرح تحصیل علم میں لگ گیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی بات سے مجھے فائدہ پہنچایا۔''

(محدثانہ مقام ص ۱۴۲، بحوالہ مناقب ابی حنیفہ للموفق المکی وعقود الجمان ص ۱۶۰۔۱۶۱)

عقود الجمان تو بے سند ہے اور موفق المکی (ساقط العدالت) کی کتاب میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" **و به قال (أبو محمد عبد اللّٰه بن محمد الحارثي) انبأ زيد بن يحيٰي الفقيه البلخي: انبأ يحيٰي بن موسى: سمعت يحيٰي بن أبي بكير يقول: كان أبو حنيفة يقول.....**" (ج۱ ص۵۹)

اس سند کا بنیادی راوی ابو محمد الحارثی کذاب ہے۔ اسے ابو احمد الحافظ اور حاکم وغیرہما نے کذاب قرار دیا ہے، نیز جمہور محدثین نے جرح کی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث: ۹۴ ص ۷۷۔۸۶)

نیز زید بن یحییٰ الفقیہ البلخی کے حالات نامعلوم ہیں۔

۷) ظہور احمد نے لکھا ہے:

''چنانچہ امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے حضرت عطاءؒ کی مجلس کے حاضر باش حارث بن عبد الرحمٰنؒ (م ۱۴۶ھ) سے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ:

كنا عند عطاء بعضنا خلف بعض، فاذا جاء ابو حنيفة اوسع له و ادناه .

ہم حضرت عطاءؒ کے حلقہ درس میں ایک دوسرے کے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابو حنیفہؒ آجاتے تو حضرت عطاءؒ آپ کے لیے جگہ بنواتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔'' (محدثانہ مقام ص ۱۸۳ بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۸۹)

مناقب الصیمری میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" **أخبر نا عبداللّٰه بن محمد قال: ثنا مكرم: ثنا عبد الصمد بن عبيد اللّٰه عن**

عبد اللّٰہ بن محمد بن نوح قال: ثنا حفص بن یحیی قال: ثنا محمد بن أبان عن الحارث بن عبد الرحمٰن ...." (ص۸۳)

اس روایت کا پہلا راوی عبداللہ بن محمد بن ابراہیم الحلوانی ابوالقاسم ابن الثلاج الشاھد ہے، جس کے بارے میں امام ازھری رحمہ اللہ نے فرمایا: "**کان یضع الحدیث**"

وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ۱۰/۱۳۷ ت ۵۲۷۷، لسان المیزان ۳/۳۵۰)

اسے ابوالفتح ابن ابی الفوارس نے بھی کذاب قرار دیا اور حمزہ بن یوسف السہمی نے فرمایا:

"**کان معروفًا بالضعف، سمعت أبا الحسن الدارقطني وجماعة من حفاظ بغداد یتکلمون فیه و یتهمونه بوضع الأحادیث و ترتیب الأسانید**"

وہ ضعف کے ساتھ مشہور تھا، میں نے ابوالحسن الدارقطنی اور بغداد کے حفاظِ حدیث کی ایک جماعت سے سنا، وہ اس پر کلام کرتے تھے اور اسے اسانید و احادیث گھڑنے کا متہم قرار دیتے تھے۔ (سوالات حمزہ السہمی للدارقطنی: ۳۲۹)

اس کذاب کے استاد مکرم القاضی کی کتاب ساری کی ساری جھوٹ کا پلندا ہے، جیسا کہ فقرہ نمبر ۴ کے تحت امام دارقطنی رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

اس سند کے باقی چار راوی درج ذیل ہیں:

۱: عبدالصمد بن عبیداللہ (نامعلوم)

۲: عبداللہ بن محمد بن نوح (نامعلوم)

۳: حفص بن یحییٰ (نامعلوم)

۴: محمد بن ابان (نامعلوم)

ان چاروں کی توثیق مطلوب ہے۔

ایسی ظلمات قسم کی موضوع روایات کے بل بوتے پر ظہور و نثار سیاہ کو سفید اور رات کو دن ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

۸) ظہور احمد کوثری دیوبندی نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی توہین کرنے کے لئے ثقہ

امام ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا کہ ان سے کسی نے پوچھا: امام سفیان ثوری بڑے فقیہ ہیں یا ابو حنیفہ؟ انہوں نے جواب دیا:

''کسی بھی چیز کا موازنہ اس کی ہم مثل چیز سے کیا جاتا ہے، امام ابو حنیفہؒ تو پورے فقیہ ہیں، جبکہ سفیان ثوری بتکلف فقیہ ہیں۔'' (محدثانہ مقام ص ۲۵۸ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۲)

تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۳) میں اس روایت کی سند میں احمد بن محمد بن مغلس یعنی ابن الصلت ہے، جو کہ مشہور کذاب تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۲)

۹) ظہور احمد نے ایک ضعیف عند الجمہور راوی قیس بن ربیع سے امام صاحب کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ''امام ابو حنیفہؒ اپنا سامانِ تجارت بغداد بھیجتے اور اس سے جو رقم حاصل ہوتی اس سے دیگر سامان خرید کر کوفہ لاتے۔ پھر اس سامان کو بیچ کر اس سے پورا سال جو نفع حاصل ہوتا اُس سے محدثین شیوخ کے لیے خوراک، لباس اور دیگر ضروری اشیاء خرید کر اُن کی طرف بھیجتے۔ باقی جو رقم بچ جاتی وہ بھی ان کو دے دیتے اور ان سے فرماتے، اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو، کیونکہ میں نے اپنی طرف سے تم کو کچھ نہیں دیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے میرے اوپر فضل فرمایا ہے۔''

(محدثانہ مقام ص ۷۱ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۵۸)

اس روایت کی سند میں احمد بن محمد الحمانی ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۰)

اور یہ ابن الصلت الحمانی مشہور کذاب اور وضاع تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون، فقرہ سابقہ:۲)

۱۰) ظہور احمد نے جمہور محدثین کے نزدیک مجروح، نیز متروک راوی عباد بن صہیب البصری سے نقل کیا ہے کہ محمد بن شجاع الثلجی نے اس سے کہا: آپ کے پاس امام ابو حنیفہ کی فقہ سے متعلق جو روایات ہیں وہ مجھ سے بیان کریں۔ انہوں (یعنی اُس) نے جواب میں فرمایا: ''میرے پاس امام ابو حنیفہؒ کی فقہی روایات کا صندوق بھرا ہوا موجود ہے، لیکن اس میں سے میں آپ کو کچھ نہیں سناؤں گا، البتہ امام ابو حنیفہؒ کی روایات کردہ احادیث آپ مجھ سے جس قدر سننا چاہتے ہیں، وہ میں بیان کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

(محدثانہ مقام ص ۳۰۰ بحوالہ فضائل ابی حنیفہ ص ۸۵ والجواہر المضیہ ۱/ ۲۶۷_۲۶۸)

الجواہر المضیہ اور فضائل ابی حنیفہ (دونوں کتابوں میں اس اسٹوری کا راوی محمد بن شجاع الثلجی ہے جو کہ بہت بڑا کذاب تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون، فقرہ نمبر ۵)

صاحبِ جواہر نے اسے حنفیہ کے ایک امام احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی سے نقل کیا ہے، حالانکہ طحاوی کی کسی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں بلکہ فرعونِ مصر اور کافر زندیق حاکم بامر اللہ العبیدی کے قاضی (مجہول) کی مجہول سند والی کتاب میں یہ روایت بحوالہ طحاوی لکھی ہوئی ہے اور امام طحاوی تو اس موضوع روایت سے بری ہیں۔

یہاں ظہور احمد کی ایک بہت بڑی دوغلی پالیسی اور دورُخی کی وضاحت بھی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہور احمد نے عباد بن صہیب (متروک) کے بارے میں لکھا ہے:

''جو کہ بقول امام یحییٰ بن معینؒ، ابو عاصم نبیلؒ سے زیادہ پختہ کار محدث تھے''

(محدثانہ مقام ص ۳۰۰ بحوالہ لسان المیزان ۳/ ۲۸۰)

لسان المیزان (۳/ ۲۳۱، دوسرا نسخہ ۳/ ۲۶۸) اور الکامل لابن عدی (۴/ ۱۶۵۲، دوسرا نسخہ ۵/ ۵۵۷) میں اس روایت کی سند یہ ہے: " ابن ابی داود: ثنا یحیي بن عبد الرحیم (الأعمش) قال: سمعت یحیي بن معین "

اس روایت کے پہلے راوی امام ابوبکر عبداللہ بن ابی داود السجستانی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث راوی ہیں، لیکن ظہور احمد نے اپنی دوسری کتاب: ''تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام'' میں انھیں شدید جرح کا نشانہ بنایا ہے۔

ایک اہل حدیث عالم (مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ) کی ایک غلطی کو بنیاد بنا کر ظہور احمد نے لکھا ہے:

''اس قول کی سند میں ایک راوی امام ابوداود کا بیٹا ابوبکر عبداللہ بن ابی داودؒ باقرار مقلدین خود اپنے والد امام ابوداودؒ کے نزدیک کذاب اور کثیر الخطاء ہے، چنانچہ امام ابوداود صاحب

السنن فرماتے ہیں...... میرا بیٹا عبداللہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔'' (تلامذہ ص ۵۰۱)
حالانکہ امام ابوداود کی طرف منسوب یہ جرح قطعاً ثابت نہیں۔ (دیکھئے مقالات ۴/ ۳۷۹۔۳۸۰)
مولانا اثری کی اجتہادی خطا کو تمام اہل حدیث کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے۔
عرض ہے کہ حسن بن زیاد کذاب پر جرح میں ظہور صاحب نے ابن ابی داود پر شدید جرح کی اوران پر کذاب کا غیر ثابت فتویٰ بھی لگا دیا اور جب یہ راوی ان کی اپنی مرضی والی روایت میں آئے تو آنکھیں بند کر کے ان کی روایت سے استدلال کر لیا۔
اسے دوغلی پالیسی اور دورُخی نہ کہیں تو کیا کہیں؟!
تنبیہ اول: یحییٰ بن عبدالرحیم کا تعین اور توثیق بھی مطلوب ہے۔
تنبیہ دوم: امام ابن ابی داود پر ظہور احمد کی نیش زنی کے جواب کے لئے دیکھئے ''جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راویوں پر ظہور احمد کی جرح'' (فقرہ نمبر ۶)
قارئین کرام! ظہور و نثار کی ٹوکری سے یہ دس (۱۰) موضوع روایتیں بطورِ نمونہ و مشتے از خروارے پیش کی گئی ہیں، ورنہ ان کی کتابوں میں بہت سی بے سند اور مردود روایتیں موجود ہیں، مثلاً:

۱: ''تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو امام المسلمین (مسلمانوں کے امام) ابو حنیفہؒ نے زینت بخشی ہے۔'' (محدثانہ مقام ص ۳۶ بحوالہ تبییض الصحیفہ للسیوطی ص ۱۲۷)
تبییض الصحیفہ (ص ۱۱۴) النجوم الزاہرہ لابن تغری بردی (۲/ ۱۵) میں یہ روایت بے سند ہے، لیکن اخبار الصیمری (ص ۸۵) میں اس کی سند موجود ہے، جس میں اسحاق بن ابراہیم بن مقراض اور سوید بن سعید المروزی دونوں مجہول ہیں (یہ سوید المروزی صحیح مسلم کا راوی نہیں) اور احمد بن محمد المنصوری غیر موثق (مجہول الحال) ہے۔

۲: ''امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں فقہ، علم اور وَرع، ہر اعتبار سے امام الدنیا تھے۔''
(محدثانہ مقام ص ۳۷ بحوالہ الانتقاء ص ۱۶۷)
سخت ضعیف و متروک راوی ابو مقاتل حفص بن سلم السمرقندی (دیکھئے مقالات

۳/۳۶۴۔۳۶۷) کی طرف منسوب اس روایت کی سند میں ابو یعقوب یوسف بن احمد مجہول ہے اور ابو عبداللہ محمد بن حزام الفقیہ، حزام الفقیہ اور محمد بن یزید کے حالات کی تلاش جاری ہے۔

۴: بہت سی بے سند روایتوں سے بھی ظہور احمد نے استدلال کیا ہے، مثلاً:

☆ ظہور احمد نے حافظ ذہبی کی چھتری تلے ابو معاویہ الضریر رحمہ اللہ سے منسوب کیا ہے:

''امام ابو حنیفہؒ سے محبت کرنا سنت ہے۔'' (محدثانہ مقام ص ۵۱ بحوالہ سیر اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۶)

النبلاء (۶/ ۴۰۱) اور تاریخ الاسلام للذہبی (۹/ ۳۱۰) میں یہ قول بالکل بے سند ہے اور کسی کتاب میں اس کی کوئی سند نہیں ملی۔

☆ ظہور احمد نے بذریعہ حافظ ذہبی امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

''امام ابو حنیفہؒ کا کلام فقہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ اس میں عیب نکالنے والا صرف جاہل ہی ہوسکتا ہے۔'' (محدثانہ مقام ص ۲۴۷ بحوالہ النبلاء ۶/ ۵۳۷)

سیر اعلام النبلاء (۶/ ۴۰۳) میں یہ قول بالکل بے سند ہے اور کسی کتاب میں اس کی کوئی سند نہیں ملی۔

آخر میں عرض ہے کہ ممکن ہے ظہور و نثار دونوں یہ پروپیگنڈا کریں کہ اہلِ حدیث کو امام ابو حنیفہ کے فضائل و مناقب پسند نہیں ہیں تو عرض ہے کہ یہ بات ہرگز نہیں، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ احادیثِ رسول ہوں یا آثارِ صحابہ و تابعین، امام ابو حنیفہ کا معاملہ ہو یا امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری کا تذکرہ ہو، صرف صحیح و حسن لذاتہ روایات پیش کرنی چاہئیں اور ضعیف، مردود و بے سند روایات سے کلیتاً اجتناب کرنا چاہئے۔

ہماری نہ تو امام ابو حنیفہ سے کوئی دشمنی ہے اور نہ امام بخاری کا اندھا دھند دفاع مقصود ہے بلکہ ہمارا صرف ایک ہی مقصد و منہج ہے کہ صحیح روایات سے استدلال اور ضعیف روایات کا رد۔

ہم آلِ دیوبند کی طرح متعصب نہیں کہ جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں مثلاً عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، احمد بن جمیل المروزی، احمد بن علی بن مسلم الابار (ثقہ

بالاجماع) ہیثم بن خلف الدوری اور عبداللہ بن ابی داود السجستانی وغیرہم پر جرح شروع کر دیں اور جمہور کے نزدیک یا بالاجماع مجروح راوی مثلاً احمد ابن الصلت الحمانی، ابو محمد الحارثی، محمد بن شجاع الثلجی اور حسن بن زیاد اللؤلوی وغیرہم کی توثیق ثابت کرنا شروع کر دیں، بلکہ ہمارا منہج روشن اور واضح ہے اور وہ ہے:

تعارض کے وقت جمہور محدثین کو ہمیشہ ترجیح

اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور اگر اس کے خلاف ہماری کوئی تحریر غلطی سے لکھی گئی ہے تو ہم اس سے علانیہ رجوع کرتے ہیں اور توبہ کا اعلان کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے جو فضائل صحیح سندوں سے ثابت ہیں، وہ بیان کریں مثلاً:

۱: امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے فرمایا: "**أدركت الناس فما رأيت أحدًا أعقل ولا أفضل ولا أورع من أبي حنيفة .**" میں نے لوگوں کو دیکھا تو ابوحنیفہ سے زیادہ عقل والا، افضل اور پرہیزگار کوئی نہیں دیکھا۔ (تہذیب الکمال قلمی ج ۳ ص ۱۴۱۷)

اس قول کی سند صحیح ہے۔

۲: امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحم کرے، وہ امام تھے۔

(الانتقاء لابن عبدالبر ص ۳۲)

اس قول کی سند حسن لذاتہ ہے۔

ہمارے ہاں کسی قسم کے تعصب یا جانبداری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بلکہ ہم اصولِ حدیث کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اسماء الرجال میں ترجیح الجمہور پر ہمیشہ قائم و دائم ہیں اور یہی ہمارا منہج ہے۔ والحمدللہ

ظہور و نثار کی "خدمات کوثریہ" میں عرض ہے کہ ثقہ راویوں کو ضعیف و مجروح اور ضعیف و مجروح راویوں کو ثقہ و صدوق ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں اور مرنے سے پہلے توبہ کر لیں، ورنہ جان لیں کہ روزِ حساب قریب ہے۔ ان شاء اللہ

(۱۲/ شعبان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۲/ جولائی ۲۰۱۲ء)

محمد زبیر صادق آبادی

نمازِ جمعہ (جہری نماز) میں فاتحہ خلف الامام اور آلِ دیوبند

دیوبندی ''علماء'' سے ایک سوال (نمبر ۲۷۳) پوچھا گیا:

''چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟'' تو انھوں نے جواب دیا:

''**الجواب:۔** چھوٹے گاؤں جنکی آبادی تقریباً تین ہزار سے کم ہو اُن میں جمعہ کسی طرح جائز نہیں۔ جمعہ کے روز آپ کو ایسے گاؤں سے باہر چلے جانا مصلحت ہے اور اگر رہنا کسی وجہ سے ضروری ہو۔ اور عدم شرکت میں کسی سخت فتنہ کا ڈر ہو جس کو آپ برداشت نہ کرسکیں تو پھر شرکت کر لینا جائز ہے (افتاء علی مذہب الشافعی) لیکن اس صورت میں آپ کو امام کے پیچھے قراءۃ فاتحہ کرنا چاہیے تاکہ امام شافعی کے مذہب کے موافق جمعہ صحیح ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ اعلم'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتیین ج ۲ ص ۳۹۴ دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۳۳۷)

محمد رفیع عثمانی دیوبندی مہتمم دارالعلوم کراچی (نمبر ۱۴) نے اس فتاویٰ دیوبندیہ کے بارے میں لکھا ہے: ''ان فتاویٰ کی حیثیت کے بارے میں تو کیا عرض کرسکتا ہوں، صرف اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ اکابر علماء دیوبند اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر اعتماد فرمایا ہے۔ اور ان فتاویٰ کی اشاعت سے پہلے حضرت مفتی صاحب نے اپنی تواضع اور احتیاط کے پیشِ نظر حضرت مولانا مفتی سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی مظاہر علوم سہارنپور اور بعض دیگر علماء سے بھی نظر ثانی کرائی اور اُن کے مشوروں سے بعض جگہ اصلاحات بھی فرمائیں ہیں'' (ایضاً ص ۶۷ دوسرا نسخہ ص ۸۵)

آلِ دیوبند یہ کہتے پھرتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام قرآن اور حدیث کی رُو سے منع ہے، تو عرض ہے کہ جمعہ کے دن جہری نماز میں یہ ''ممنوع'' کام کیوں جائز ہو گیا؟ اور اگر یہ ممنوع نہیں تو آلِ دیوبند کے اس دعوے کی کیا حقیقت ہے کہ فاتحہ خلف الامام قرآن اور حدیث کی رُو سے منع ہے؟ مزید معلومات کے لیے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت (ص ۱۸۷)

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اورتمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اورضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اورانتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اوراہل باطل پرعلم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اوراسماء الرجال کومدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اورمسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِامت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہرمخلصانہ اورمفید مشورے کا قدروتشکر